OPEN ACCESS
ABHATH
(Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.*

ISSN (Print): 2519-7932
ISSN (Online): 2521-067X
January-June-2026
Vol: 11, Issue: 39
Email:abhaath@lgu.edu.pk
OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

وحی اور عقل: ابتدائی اور معاصر مسلم مفکرین کے نظریات کا تقابلی جائزہ

Revelation and Reason: A Comparative Study of the Perspectives of Classical and Contemporary Muslim Thinkers

Dr.Hafiz Falak Shair Faizi
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management & Technology, Sialkot Campus:
falak.shair@skt.umt.edu.pk

Hafiz Muhammad Behram
Correspondence author, M. Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore:
hafizmuhammadbehram@gmail.com

Abstract

This study explores the relationship between reason (Aql) and revelation (Waḥy) in Islamic intellectual tradition and examines their respective roles in shaping human understanding, morality, and civilization. Islam presents human life as purposeful and meaningful, emphasizing that mankind has not been created in vain but has been entrusted with responsibilities, rights, and moral obligations that require divine guidance. Although human intellect possesses the capacity to recognize the existence and unity of God and to acquire knowledge through observation and reflection, it remains limited in accessing comprehensive ethical, legal, and metaphysical truths independently. Therefore, revelation serves as the ultimate and infallible source of guidance for humanity.

The article argues that reason and revelation are not contradictory sources of knowledge; rather, they complement and complete one another. Reason enables human beings to investigate the natural world, distinguish between possibilities, and develop intellectual and scientific understanding, while revelation provides certainty in matters beyond human perception, including divine commandments, moral values, acts of worship, and the

ultimate purpose of life. Since human intellect is susceptible to error, bias, and limitation, revelation functions as a corrective and guiding authority that directs reason toward truth and balance.

This research further analyzes the perspectives of prominent classical and contemporary Muslim scholars regarding the apparent tension between rational and transmitted knowledge. The views of Imam al-Ghazālī, Fakhr al-Dīn al-Rāzī, Ibn Taymiyyah, Ibn al-Qayyim, al-Shāṭibī, Imam Ahmad Raza Khan Barelvi, Muhammad Abduh, Allama Muhammad Iqbal, Sayyid Abul A'la Mawdudi, Said Nursi, Ṭaha J ابر al-Alwani, and Fethullah Gülen are comparatively examined. While some scholars gave priority to rational interpretation in cases of apparent contradiction, others emphasized the supremacy of revelation. However, the dominant scholarly position maintains that authentic reason and authentic revelation can never be in real conflict, and that any perceived contradiction arises from defective reasoning or misunderstanding of revealed texts.

The study concludes that the decline of Muslim intellectual and spiritual civilization is partly rooted in the separation of reason from revelation. A sound Islamic worldview can only emerge through the harmonious integration of both sources of knowledge, where reason operates under the illumination of revelation and revelation inspires reason toward deeper reflection, moral consciousness, and civilizational progress.

Keywords: *Revelation (Wahi), Reason (Aql), Islamic Epistemology, Muhammad Iqbal, Said Nursi, Ibn Taymiyyah.*

انسان فطرتاً ایک معاشرتی اور بامقصد مخلوق ہے جس کی زندگی محض جسمانی ضروریات کی تکمیل تک محدود نہیں۔ بقا اور ارتقاء کے لیے اسے خوراک، لباس اور رہائش کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ نسلِ انسانی کے تسلسل کے لیے نکاح ایک ناگزیر تقاضا ہے۔ تاہم انسان کی زندگی صرف مادی ضروریات کا مجموعہ نہیں بلکہ حقوق و فرائض، اخلاقی ذمہ داریوں اور اجتماعی نظم و ضبط سے عبارت ہے۔ اگر انسان اپنی خواہشات کی پیروی میں کسی ضابطے اور قانون کا پابند نہ رہے تو وہ اشرف المخلوقات کے مقام سے تنزل کر کے حیوانیت کے درجے پر جا پہنچتا ہے، جہاں طاقت ہی حق کا معیار بن جاتی ہے اور کمزور اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ[1]

ترجمہ: کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں

[1] القرآن 23:115

Al-Qur'ān, 23:115

اسلام انسان کی تخلیق کو بامقصد قرار دیتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ انسان کو عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی رہنمائی کے لیے وحی کا نظام قائم فرمایا تاکہ انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو عدل، توازن اور اعتدال کے ساتھ گزار سکے۔ انسانی عقل اگرچہ غور و فکر، استدلال اور بعض حقائق کے ادراک کی صلاحیت رکھتی ہے، لیکن وہ تنہا زندگی کے تمام معاملات خصوصاً اخلاقیات، عبادات، حلال و حرام، اور نظامِ حیات کے تفصیلی اصول متعین نہیں کر سکتی۔ چنانچہ وحی انسان کی فکری و عملی رہنمائی کا وہ الٰہی سرچشمہ ہے جو عقل کی تکمیل اور اصلاح کرتا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ عقل اور وحی کے باہمی تعلق کا جائزہ لیتا ہے اور ابتدائی و معاصر مسلم مفکرین کے افکار کی روشنی میں یہ واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسلامی فکر میں عقل اور وحی کو ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل سمجھا گیا ہے اگر انسان زندگی گزارنے کے لئے قوانین سے بے نیاز ہو جائے تو یہ اشرف المخلوقات کے درجے سے تنزلی کر کے حیوانیت کے مقام پر فائز ہو گا نیز زندگی گزارنے کے لئے اگر قواعد وضوابط نہ ہوں تو کمزور اپنے حق سے محروم رہے گا اور ہر زور آور ہی فاتح ہو گا۔ اب اگر یہ قواعد وضوابط کوئی انسان بنائے گا تو وہ ضرور اس میں اپنا مفاد شامل کرے گا، اس لئے یہ قانون مافوق الانسان ہونا چاہیئے اور بلاشبہ ایسے ضوابط صرف اللہ تعالی کے ہی بنائے ہو سکتے ہیں جن میں جانبداری کا شائبہ تک نہ ہو۔ اور یہ خدائی قوانین وضوابط کے علم کا حصول فقط وحی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی لاریب کتاب میں ہر طرح کے احکام، قواعد وضوابط بیان کر دیے۔ ارشاد باری تعالی ملاحظہ ہو:

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَؕ-وَ يَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ-وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ[2]

ترجمہ : اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتّا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان تو عقل کی مدد سے قواعد وضوابط بنا سکتا ہے، حتی کہ عقل کی مدد سے خدا تک بھی پہنچا جا سکتا ہے تو پھر وحی (سمع و نقل) کی کیا ضرورت بھلا؟ اس کے جواب میں یہ بات ازبر ہونا ضروری ہے کہ

---

[2]۔ القرآن 6:59　　Al-Qurʾān, 6:59

انسان عقل سے قوانین معلوم کر سکتا ہے، خدا کے وجود اور اسکی وحدانیت کو جان سکتا ہے لیکن وہ محض عقل سے مفصل احکام معلوم نہیں کر سکتا۔

انسان کو بنیادی طور پر کھانے پینے کی اشیاء، کپڑوں اور مکان کی حاجت ہے اور اپنی نسل بڑھانے کے لئے شادی کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر کسی قاعدہ اور ضابطہ کے بغیر ان چیزوں کو حاصل کیا جائے تو اسے انسانیت نہیں بلکہ حیوانیت کہا جائے گا۔ جب ہم ان ضروریات کو اللہ رب العزت کی بتائے ہوئے قوانین کے مطابق پورا کریں گے تو یہ حیات بھی ہوگی اور عبادت بھی۔ یقیناً ان قوانین کا علم اللہ رب العزت کے بتلانے سے ہی معلوم ہوگا اور اسی کا نام وحی ہے۔ بعض چیزوں کو ہم حواس کے ذریعے جان لیتے ہیں، مصنوع کے وجود سے صانع کے وجود کو بھی جان لیتے ہیں۔ اسی طرح کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن کو حواس و عقل سے نہیں جانا جا یا سکتا۔ مثلاً حلال و حرام کی تمیز، عبادات کی ادائیگی کی تفصیل، نکاح و معاشرت کے تفصیلی احکام۔ ایسی چیزوں کو صرف وحی یعنی سمع و نقل کے ذریعے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات حواس و عقل غلطی کر بیٹھتے ہیں جیسا کہ تیز سواری کے سوار کو درخت دوڑتے معلوم ہوتے ہیں، بیمار کو میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ حواس کی غلطیوں پر عقل تنبیہ کرتی ہے۔ اسی طرح عقل کی خطاؤں والی فہرست بھی طویل ہے مثلاً مال دینے سے مال کم ہوتا ہے، عقل مفاد پرستی کا مشورہ دیتی ہے وغیرہ، لہذا عقل کی اغلاط کی نشاندہی کے لئے وحی ضروری ہے۔

وحی سے مراد:

لکھنا، اشارہ کرنا، کسی کو بھیجنا، الہام اور کلام خفی پر وحی کا اطلاق ہوتا ہے۔[3] اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ ایسا کلام جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی طرف نازل فرماتا ہے۔[4]

[3]۔ ابن اثیر جزری، نہایہ، مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی، ایران، 1346ھ ج4، ص163

Ibn al-Athīr al-Jazarī, *al-Nihāyah fī Gharīb al-Ḥadīth wa al-Athar*, Mu'assasat al-Maṭbūʿāt, Iran, 1346 AH, Vol. 4, p. 163.

[4]۔ بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، ج1، ص14

Badr al-Dīn al-ʿAynī, *ʿUmdat al-Qārī*, Maṭbūʿah: Idārat al-Ṭibāʿah al-Munīriyyah, Miṣr, 1348 AH, Vol. 1, p. 14.

عقل کا معنی:

عقل کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے "اللہ تعالی نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائی جو اس کے نزدیک عقل سے زیادہ معزز ہو"۔[5] عقل کی تعریف اور اس کی حقیقت میں اکثر مفکرین و فلاسفر اختلاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ المختصر یہ کہ لفظ عقل مختلف معانی پر مشترکہ طور پر بولا جاتا ہے۔[6]

سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم (متوفی 40ھ) کا نظریہ عقل:

رایت العقل عقلین فمطبوع اومسموع ولا ینفع مسموع اذا لم یک مطبوع کما لا تنفع الشمس وضوء العین ممنوع[7]

ترجمہ: میں نے عقل کو دو صورتوں میں دیکھا، ایک فطری اور دوسری سنی ہوئی۔ اور سنی ہوئی عقل اس وقت تک فائدہ نہیں دیتی جب تک فطری عقل موجود نہ ہو، جیسے سورج کی روشنی اس وقت تک فائدہ نہیں دیتی جب تک آنکھ کی روشنی نہ ہو۔

حارث بن اسد محاسبیؒ (243ھ) کا نظریہ عقل:

ان کے مطابق عقل ایک فطری قوت ہے جس کے ذریعے علوم نظریہ کا ادراک کیا جاتا ہے۔ گویا یہ ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ اشیاء کے ادراک کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔[8]

عقل کا فائدہ:

عقل ایسا وصف ہے جس کے ذریعے انسان تمام جانوروں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں متعدد مقام پر اہل عقول کو متوجہ کیا جا رہا ہے۔

---

[5]۔ امام راغب ابو قاسم حسین بن محمد اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، دار القلم، دمشق 1416ھ، کتاب العین، ص 578

Al-Imām al-Rāghib Abū al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad al-Iṣfahānī, *Mufradāt Alfāẓ al-Qurʾān*, Dār al-Qalam, Dimashq (Damascus), 1416 AH, Kitāb al-ʿAyn, p. 578.

[6]۔ امام محمد بن محمد غزالی شافعیؒ، احیاء علوم الدین مترجم، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، پاکستان، 2018ء، ج1 ص 289

Al-Imām Muḥammad ibn Muḥammad al-Ghazālī al-Shāfiʿī, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Urdu Translation), Maṭbūʿah: Maktabat al-Madīnah, Pakistan, 2018, Vol. 1, p. 289.

[7]۔ ایضاً

Ibid

[8]۔ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزیؒ، ذم الھوی، مطبوعہ مکتبۃ الکتاب والسنۃ، پشاور، الباب الاول فی ذکر العقل، ص 19

Abū al-Faraj ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAlī ibn Muḥammad Ibn al-Jawzī, *Dhamm al-Hawā*, Maṭbūʿah: Maktabat al-Kitāb wa al-Sunnah, Peshawar**, al-Bāb al-Awwal fī Dhikr al-ʿAql,** p. 19.

ارشادات باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ[9]

ترجمہ: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ[10]

ترجمہ: اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ-اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ[11]

ترجمہ: تم فرماؤ، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟

متکلمین کا نظریہ عقل:

انکے نزدیک عقل بدیہی علوم کا حصہ ہے جیسے جائز اشیاء کے جواز اور محال اشیاء کے محال ہونے کا علم۔[12] یعنی ایسے علوم جو سمجھ دار بچے کی ذات میں پائے جاتے ہیں مثلاً وہ جانتا ہے کہ دو زیادہ ہوتے ہیں ایک سے اور ایک وقت میں ایک شخص دو مختلف جگہوں میں واقعتاً نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ نظریہ رکھنا کہ عقل بس انہیں بدیھی علوم کا نام ہے تو یہ نظریہ فاسد ہے۔[13]

امام محمد بن محمد غزالیؒ (متوفی 505ھ) کا نظریہ عقل:

عقل سے مراد وہ علوم ہیں جو حالات کی تبدیلی سے تجربہ کی بنیاد پر حاصل ہوں۔ کیونکہ جس شخص کو تجربات سمجھ دار اور مہذب بنا دیں اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقل مند ہو گیا ہے۔ اور جو اس خوبی کا حامل نہ ہو اسے کند ذہن، ناتجربہ کار اور جاہل کہا جاتا ہے۔ یعنی علوم کی ایک قسم عقل ہے۔ نیز یہ کہ عقل سے مراد ایسی قوت ہے

9۔ القرآن 21:10 — Al-Qurʾān, 21:10

10۔ القرآن 67:10 — Al-Qurʾān, 67:10

11۔ القرآن 6:50 — Al-Qurʾān, 6:50

12۔ امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشیؒ، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ 1421ھ، ج 1، ص 66

Al-Imām Badr al-Dīn Muḥammad ibn ʿAbd Allāh al-Zarkashī, *al-Baḥr al-Muḥīṭ fī Uṣūl al-Fiqh*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1421 AH, Vol. 1, p. 66.

13۔ احیاء علوم الدین مترجم، ج 1، ص 290

Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn (Urdu Translation), Vol. 1, p. 290.

جو اس حد تک پہنچ جائے کہ معاملات کے انجام کی پہچان حاصل ہو جائے اور لذات کی طرف بلانے والی شہوات کو نیست و نابود کر دے۔ایسی قوت کے حامل کو بھی عقل مند کہا جاتا ہے۔[14]

عقل (دلائل عقلیہ) وحی (دلائل سمعیہ و نقلیہ) کے مطابق ہے یا مخالف

ابتدائی مسلم مفکرین کا نظریہ

امام غزالیؒ (505ھ) کا نظریہ:

امام غزالی کی کتاب "قانون التاویل" کے حوالے سے یہ مشہور ہے کہ آپ بھی دلیل عقلی و نقلی میں تعارض کے وقت دلیل عقلی کو مقدم ماننا واجب قرار دیتے ہیں[15]، جبکہ آپ کی دیگر کتب کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کا موقف کچھ اور ہے۔دراصل امام غزالیؒ نے عقل کی مختلف اقسام بیان کی ہیں اور جس عقل کی تقدیم کے آپ قائل ہیں در حقیقت اس میں اور نقل صحیح میں تعارض نہیں ہوتا، تعارض لوگوں کی فہم کا ہوتا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

"لوگوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے عقل و معقول کی برائی کرنا شروع کر دی اور ان کے نزدیک یہی عقل ہے۔رہا نور بصیرت کہ جس کے ذریعے اللہ تعالی کی معرفت اور اس کے رسولوں کی صداقت نصیب ہوتی ہے تو اس (عقل و معقول) کی برائی کا تصور کیسے ممکن ہے حالانکہ اللہ تعالی نے اس کی تعریف فرمائی ہے اگر اس کی مذمت کی جائے تو پھر کس چیز کی تعریف کی جائے گی؟ جب شریعت قابل تعریف ہے تو شریعت کی صحت کا علم کیسے حاصل ہوگا؟اگر شریعت کی صحت کا علم عقل کے ذریعے ہو جو خود مذموم ہے اور اس پر یقین نہیں ہے تو شریعت بھی مذموم ہوگی (معاذ اللہ)۔نیز جو کہتا ہے کہ اس (شریعت) کا ادراک یقین کی آنکھ اور نور ایمان سے ہوتا ہے نہ کہ عقل کے ذریعے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ہمارے نزدیک بھی عقل، عین الیقین اور نور ایمان کی مراد ایک ہی ہے اور وہ باطنی صفت ہے جس کے ذریعے انسان جانوروں سے ممتاز ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے ذریعے وہ ہر چیز کی حقیقت کو پالیتا ہے۔اس قسم کے مغالطے ان لوگوں کی جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جو حقائق کو الفاظ سے تلاش

---

[14]۔احیاء علوم الدین مترجم، ج1ص290، 291

Iḥyā’ ‘Ulūm al-Dī n (Urdu Translation), Vol. 1, pp. 290–291.

[15]۔ایضاً

Ibid.

کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ مغالطے میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ الفاظ میں لوگوں کی اصطلاحات مغالطوں کا شکار ہیں۔"[16]مزید ملاحظہ فرمائیں:

"موجودہ زمانے میں ایک ایسی جماعت کو دیکھ رہاہوں جو اپنے آپ کو عقل وذکاوت میں اپنے ہم عصروں سے بارہا ممتاز سمجھتی ہے، اور اسی لئے اس کے افراد نے فرائض اسلامی سے بے نیاز و کنارہ کش رہنا اپنا شعار بنالیا ہے، اور شعائر دینی کی توقیر وعظمت کی ہنسی اڑاتے ہیں، اور اپنے وہم وگمان میں اس کو اپنا اعلیٰ ترین وصف سمجھتے ہیں اور اپنے عمل سے دنیا کی گمراہی کا سبب بن رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی ضلالتوں کے لئے کوئی سند نہیں ہے سوائے ایک قسم کی تقلید اور ایک قسم کی جمود پرستی کے جس کو وہ حرکت سمجھتے ہیں، ان کی مثال یہود ونصاری کے ان افراد کی سی ہے جو اپنے مسلک پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ آباؤاجداد نے ان کے لئے یہ راستہ بنادیا ہے چاہے عقل (صحیح) وضمیر کی رائے اس سے کتنی ہی غیر متفق ہو، اپنی حجت کو وہ فکر و نظر سے منسوب کرتے ہیں، حالانکہ فکر و نظر کی کسوٹی پر وہ جھوٹی اترتی ہے۔ وہ اپنی بحث کی بنیاد عقل وحکمت بتاتے ہیں حالانکہ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی بنیاد وسوسہ وتوہم ہے۔ وہ حکمت وفلسفہ کے چشمے سے اپنی پیاس بجھاناچاہتے ہیں حالانکہ وہ آخر کار سراب (دھوکہ) ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح کہ اہل بدعت وضلالت کے لیے ان کی نقل وروایت کا باغ حقیقت میں ایک صحرائے بے برگ وگیاہ ہے۔ اپنے کفریات کی ترجمانی میں جن مہیب ناموں سے وہ مرعوب کرتے ہیں وہ ہیں سقراط، بقراط، افلاطون، ارسطاطالیس وغیرہ۔ جن کی عقلوں کی تعریف میں وہ زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور ان کی ذہنی واختراعی قوتوں کی تعریف کے پل باندھتے ہیں کہ اس طرح وہ موشگافی کر سکتے ہیں اور اس طرح باریک نکات پیدا کر سکتے ہیں حالانکہ انکی عظمت رفتہ کے سوائے ان کے مزخفات پر کوئی سند نہیں، جن غلط معتقدات کی طرف وہ راہ نمائی کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح ایک قسم کی ذہنی پستی ہے جس طرح کہ اہل بدعت کی شدید قسم کی روایت پرستی۔"[17]

---

[16]۔ احیاءعلوم الدین ص299 تا300

Iḥyā’ ‘Ulūm al-Dīn (Urdu Translation), pp. 299–300.

[17]۔ امام غزالیؒ، تھافۃ الفلاسفۃ، مترجمہ: ڈاکٹر ولی الدین، مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، آندھرا پردیش، ص41تا 42

Al-Imām Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad al-Ghazālī, *Tahāfut al-Falāsifah*, Tarjamah: Dr. Walī al-Dīn, Maṭbū‘ah: Institute of Indo-Middle East Cultural Studies, Andhra Pradesh, pp. 41–42.

مزید یہ کہ امام غزالی تحریر سے یہ بات ثابت ہے کہ جس عقل کے متعلق اس فن کے ماہرین میں شدید اختلاف موجود ہے تو ایسی عقل کو نقل پر کس طرح مقدم کیا جا سکتا ہے۔[18]

علامہ فخر الدین رازیؒ (متوفی 606ھ) کا نظریہ:

امام رازیؒ اپنی کتب کے مقدمات میں یہ بات لکھتے ہیں کہ جب دلیل سمعی اور دلیل عقلی میں تعارض ہو جائے تو دلیل عقلی کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اور اس پر امام رازی نے کثیر دلائل دیے ہیں۔[19]

ابن تیمیہؒ (متوفی 728ھ) کا نظریہ:

انکے مطابق کبھی بھی صحیح نقل اور صحیح عقل میں تضاد نہیں ہو سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے فخر الدین رازیؒ کے اس موقف" اذا تعارضت الادلة السمعية والقطعية ---الخ" کے رد میں مفصل کتاب بنام"درء تعارض العقل والنقل" تحریر فرمائی۔

امام ابن قیمؒ (751ھ) کا نظریہ:

جب عقول اور نقول میں تعارض ہو گا تو نقل صحیح کو مقدم کیا جائے گا اور ان عقول سے اہل تاویل و اہل زیغ کی عقول مراد ہیں۔ اور ان عقول کو قدموں کے نیچے جگہ دیں گے جہاں اللہ نے انکا مرتبہ رکھا ہے۔[20]

امام شاطبیؒ (790ھ) کا نظریہ:

جب شرعی مسائل میں نقل و عقل کا تعارض ہو گا تو اس وقت نقل کو مقدم کیا جائے گا۔ نقل متبوع ہونے کی وجہ سے مقدم ہو گی جبکہ عقل تابع ہونے کی وجہ سے مؤخر ہو گی۔[21]

---

[18]۔ ایضا ص43

Ibid., p. 43.

[19]۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، مرکز الاھرام للترجمۃ والنشر، القاھرہ 1409ھ، ص62، حاشیہ 1

Shaykh al-Islām Ibn Taymiyyah, *Dar᾽ Taʿāruḍ al-ʿAql wa al-Naql*, Markaz al-Ahrām li al-Tarjamah wa al-Nashr, al-Qāhirah (Cairo), 1409 AH, p. 62, Ḥashiyah no. 1.

[20]۔ ابن قیم الجوزیہ، الصواعق المرسلۃ فی الرد علی الجہمیۃ والمعطلۃ، موقع شبکۃ مشکاۃ الاسلامیہ، ج1 ص245

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, *al-Ṣawāʿiq al-Mursalah fī al-Radd ʿalā al-Jahmiyyah wa al-Muʿaṭṭilah*, Shabakah Mishkāt al-Islāmiyyah, Vol. 1, p. 245.

[21]۔ عبد الکریم حمداوی، فقہ الاحکام السلطانیہ، موقع شبکۃ مشکاۃ الاسلامیہ، ج1 ص276

متکلمین کا نظریہ:

عقلاء کا دلیل عقلی اور سمعی میں تعارض کے وقت دلیل عقلی کو ترجیح دینے کا فاسد ہونا ضروری طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ نقل و عقل کے تعارض میں اگر دونوں باتیں قطعی ہیں تو اس وقت حقیقتاً تعارض کا تو امکان ہی نہیں۔ اور اگر دونوں ظنی ہیں تو اس صورت میں مقدم کو ترجیح ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک قطعی اور دوسرا ظنی ہے تو بلاشبہ قطعی کو ترجیح ہوگی یعنی اگر عقلی مسئلہ قطعی ہے تو وہ قطعی ہونے کی وجہ سے مقدم ہوگا نہ کہ عقلی ہونے کی وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ مطلقاً تقدیم عقلی کا نظریہ باطل ہے۔[22]

معاصر مسلم مفکرین کا نظریہ

امام احمد رضا خان بریلوی (1340ھ) کا نظریہ

امام احمد رضا خان کے ہاں عقل اور وحی کا رشتہ خادم اور مخدوم کا ہے۔ آپ کے نزدیک وحی (قرآن و سنت) علم کا قطعی اور آخری ذریعہ ہے۔ عقل کا کام وحی کے احکامات کو سمجھنا اور ان کی پیروی کرنا ہے، نہ کہ وحی پر اعتراض کرنا۔ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ انسانی عقل ناقص ہے اور وہ مصلحتِ الٰہی کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتی۔ جہاں عقل اور وحی میں ظاہری ٹکراؤ نظر آئے، وہاں وحی کو مقدم رکھا جائے گا کیونکہ عقل خطاء کر سکتی ہے، وحی نہیں۔ آپ نے اکثر عقل کے مقابلے میں "عشقِ رسول ﷺ" اور "اتباعِ شریعت" پر زور دیا، جو کہ وحی پر مبنی علم کی بلند ترین شکل ہے۔[23]

ʿ**Abd al-Karīm Ḥamdāwī**, *Fiqh al-Aḥkām al-Sulṭāniyyah*, Shabakah Mishkāt al-Islāmiyyah, Vol. 1, p. 276.

[22]۔ شیخ سلیمان بن سمحان، الضیاء الشارق فی رد شبھات الماذق المارق، مکتبہ شاملہ، ج4 ، ص28

Shaykh Sulaymān ibn Samḥān, *al-Ḍiyāʾ al-Shāriq fī Radd Shubahāt al-Māriq*, Maktabah Shāmilah, Vol. 4, p. 28.

[23]۔ بریلوی، خان، احمد رضا، فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، 2005، جلد28، ص454

Aḥmad Riḍā Khān al-Barelwī , *Fatāwā Riḍawiyyah*, Riḍā Foundation, Lahore, 2005, Vol. 28, p. 454.

امام محمد عبدہ(1905ء)کا نظریہ:

انہوں نے عقل کو وحی کے برابر اہمیت دینے کی کوشش کی۔ان کا مشہور قول ہے کہ اگر عقل اور نقل (وحی)میں بظاہر تعارض ہو تو عقل کی بنیاد پر وحی کی تاویل کی جائے گی۔[24]

علامہ محمد اقبال(1938ء)کا نظریہ:

اقبال وحی اور عقل کو ایک دوسرے کا حریف نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف ذرائع سمجھتے ہیں۔اقبال عقل کو علم کا پہلا زینہ قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک عقل اشیاء کا تجزیہ کرتی ہے اور انسان کو مادی دنیا پر غلبہ عطا کرتی ہے۔اقبال کہتے ہیں کہ عقل محدود ہے اور یہ کائنات کے "کل" کا ادراک نہیں کر سکتی۔وحی عقل کی اس محدودیت کو دور کرتی ہے اور انسان کو براہِ راست حقیقتِ کبریٰ سے جوڑتی ہے۔اقبال نے وحی کو ایک "باطنی تجربہ" یا "اعلیٰ درجے کا وجدان" قرار دیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ وحی عقل کی نفی نہیں کرتی بلکہ اس کی تکمیل کرتی ہے۔[25]

سید ابوالاعلیٰ مودودی(1979ء)کا نظریہ:

سید مودودی نے وحی اور عقل کے مسئلے کو ہدایت اور رہنمائی کے زاویے سے دیکھا۔ان کا نظریہ ہے کہ عقل انسان کو ٹیکنالوجی اور سائنسی علوم میں ترقی تو دے سکتی ہے، لیکن "اخلاقیات" اور "نظامِ زندگی" کے لیے اسے وحی کی ضرورت ہے۔آپ عقل کو ایک آلہ سمجھتے ہیں جو وحی کے فراہم کردہ ڈھانچے کے اندر کام کرتی ہے۔اگر عقل وحی سے آزاد ہو جائے تو وہ "بغاوت" اور "گمراہی" کا شکار ہو جاتی ہے۔ سید مودودی کے نزدیک عقل کا اصل کام یہ ہے کہ وہ وحی کے ابدی اصولوں کو جدید دور کے مسائل پر منطبق کرے۔[26]

---

[24]۔عبدہ، محمد،الاسلام والنصرانیۃ مع العلم والمدنیۃ، دارالحداثۃ، قاہرہ 1988، ص70

Muḥammad ʿAbduh, *al-Islām wa al-Naṣ rāniyyah maʿ a al-ʿ Ilm wa al-Madaniyyah*, Dār al-Ḥadāthah, al-Qāhirah, 1988, p. 70.

[25]۔ علامہ اقبال، محمد، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، ترجمہ: سید نذیر نیازی، بزم اقبال،لاہور1958، پانچواں خطبہ:اسلامی ثقافت کی روح ص188- 195

Allāmah Muḥammad Iqbāl, *Tashkī l-e Jadī d Ilāhiyyāt-e Islāmiyyah*, Tarjumah: Sayyid Naẓī r Niyāzī , Bazm-e Iqbāl, Lahore, 1958, Fifth Lecture: *Rūḥ-e ʿIlmī al-Ṭaqāfah al-Islāmiyyah*, pp. 188–195.

[26]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیمات ،اسلامی پبلیکیشنز،لاہور2000ء، ص34-37

بدیع الزمان سعید نورسی (1960ء) کا نظریہ:

آپ نے "رسائلِ نور" میں یہ ثابت کیا کہ کائنات کی کتاب (سائنس) اور وحی کی کتاب (قرآن) میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ عقل جب کائنات کا مطالعہ کرتی ہے تو وہ دراصل وحی کی صداقت پر مہر لگاتی ہے۔ ترکی کے مفکرین وحی کو عقل کے لیے "روشن چراغ" قرار دیتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ اسلام ایک "عقلی دین" ہے، اس لیے وحی کا کوئی بھی حکم عقلِ سلیم کے خلاف نہیں ہو سکتا[27]۔

ڈاکٹر طہ جابر علوانی (2016) کا نظریہ:

انہوں نے "دو قرأتوں "کا نظریہ پیش کیا۔ یعنی ایک مطالعہ وحی (قرآن) کا اور دوسرا مطالعہ کائنات (عقل و سائنس) کا۔ ان کے نزدیک مسلم امت کی زوال کی وجہ ان دونوں کے درمیان رابطہ ٹوٹنا ہے۔[28]

فتح اللہ گولن (2024ء) کا نظریہ:

گولن کا ماننا ہے کہ وحی (قرآن) اللہ کا کلام ہے اور کائنات (جس کا مطالعہ عقل کرتی ہے) اللہ کا فعل ہے۔ چونکہ کلام اور فعل ایک ہی ذات کے ہیں، اس لیے ان میں تضاد ممکن ہی نہیں۔ ان کے نزدیک عقل وہ آلہ ہے جو وحی کے پیغام کو مادی دنیا میں نافذ کرنے اور سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ وہ محض خشک منطقی عقل کے قائل نہیں، بلکہ وہ ایسی عقل کی بات کرتے ہیں جو قلب اور روح کے نور سے منور ہو۔ ان کے نزدیک جب عقل وحی کی رہنمائی سے محروم ہو جاتی ہے تو وہ انسانیت کے لیے تباہی کا باعث بنتی ہے (جیسے ایٹمی ہتھیار یا ماحولیاتی آلودگی)۔

ان کے مطابق ہم عقل و منطق سے آغاز کر کے اطاعت و تسلیم تک پہنچیں یا اطاعت و تسلیم سے آغاز کر کے عقل و منطق تک رسائی حاصل کریں، اس سے نتیجے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسلام ایک پہلو سے عقلی اور منطقی ہے اور ایک دوسرے پہلو سے اطاعت و تسلیم سے عبارت ہے۔ ایک خاص مسئلے میں عقل و منطق سے آغاز ہوتا ہے اور

Abū al-Aʿlā Mawdūdī, *Tafhīmāt*, Islāmī Publications, Lahore, 2000, pp. 34–37.

[27]۔ نورسی، سعید، رسائلِ النور، دار النشر یني آسیا، استنبول س ن م، ص 47

Saʿīd Nursī, *Risāʾil al-Nūr*, Dār al-Nashr Yeni Asya, Istanbul, s.n.m., p. 47.

[28]۔ العلوانی، طٰہ جابر الجمع بین القراءتین قراءة الوحی وقراءة الکون، مکتبة الشروق الدولیة، قاھرہ 2006ء، ص 20

Ṭāhā Jābir al-ʿAlwānī, *al-Jamʿ bayna al-Qirāʾatayn: Qirāʾat al-Waḥy wa Qirāʾat al-Kawn*, Maktabat al-Shurūq al-Dawliyyah, al-Qāhirah, 2006, p. 20.

اطاعت و تسلیم تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور کسی دوسرے مسئلے میں عقل و منطق تک رسائی کے لیے اطاعت و تسلیم سے آغاز کیا جاتا ہے۔ جس خدائی نظام کے تحت کائنات کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے موجود ہے، یہ اس کی لازمی خصوصیت ہے[29]

تقابلی جائزہ:

ابتدائی مسلم مفکرین(عقل و نقل کی ترجیح کا مسئلہ):

ابتدائی دور کی بحثوں کا مرکز یہ تھا کہ اگر بظاہر عقل اور نقل (وحی) میں ٹکراؤ ہو جائے تو کسے مقدم مانا جائے؟

ا۔ عقل کی تقدیم کے قائلین:

امام فخر الدین رازی:

ان کا موقف بہت واضح ہے کہ تعارض کی صورت میں عقل کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ وحی کی صداقت کو ماننے کے لیے پہلے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر عقل کو جھٹلا دیا جائے تو وحی کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔

امام غزالی:

اگرچہ ان کی طرف عقل کی تقدیم منسوب ہے (قانون التاویل کے مطابق)، لیکن ان کی کتابوں (احیاء العلوم، تہافت الفلاسفہ) سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عقل کو وحی کا خادم سمجھتے ہیں۔ وہ عقل کو "نورِ بصیرت" کہتے ہیں جو وحی کو سمجھنے کا آلہ ہے۔ ان کے نزدیک تعارض حقیقت میں نہیں بلکہ انسانی فہم میں ہوتا ہے۔

ب۔ نقل (وحی) کی تقدیم کے قائلین:

ابن تیمیہ :

آپ نے امام رازی کے "عقلی تقدیم" کے نظریے کا بھرپور رد کیا۔ ان کا بنیادی اصول یہ ہے کہ صحیح عقل اور صریح نقل میں کبھی تضاد ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ٹکراؤ ہے تو یا تو عقل ناقص ہے یا روایت غیر مستند۔

---

[29]۔ گولن، فتح اللہ، اسلام اور دور حاضر، 7 مئی 2026ء (https: //fgulen.com/ur/books-pk/islam-and-contemporary/islamiyet)

Fethullah Gülen, *Islam aur Daur-e-Hāzir*, 7 May 2026, FGulen Official Website

امام ابن قیم اور امام شاطبیؒ :

ان دونوں کے نزدیک عقل "تابع" ہے اور وحی "متبوع"۔ عقل کا کام وحی کے پیچھے چلنا ہے، نہ کہ اس کے لیے حاکم بننا۔

ج۔ متکلمین کا توازن:

متکلمین نے یہ قاعدہ وضع کیا کہ ترجیح عقل یا نقل کو نہیں بلکہ "قطعیت" کو دی جائے گی۔ اگر عقلی دلیل قطعی ہے اور نقلی دلیل ظنی (مثلاً ایسی حدیث جس کے معنی میں ابہام ہو)، تو قطعی کو مانا جائے گا، اس لیے نہیں کہ وہ عقل ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ "قطعی" ہے۔

معاصر مسلم مفکرین (ہم آہنگی اور اطلاق):

جدید مفکرین کے ہاں بحث "ٹکراؤ" سے ہٹ کر اس طرف مڑ گئی ہے کہ عقل کو وحی کے فہم کے لیے کیسے استعمال کیا جائے۔

ا۔ امام احمد رضا خان بریلوی (روایتی تسلسل):

امام احمد رضا خان کا موقف قدیم اسلاف (ابن قیم و شاطبیؒ) کے قریب ہے۔ ان کے ہاں عقل خادم ہے اور وحی مخدوم۔ وہ عقل کی رسائی کو محدود مانتے ہیں اور عشقِ رسول ﷺ واتباعِ شریعت کو عقل سے بالاتر درجہ دیتے ہیں۔

ب۔ امام محمد عبدہ (جدید تعقلی نقطہ نظر):

محمد عبدہ معاصرین میں عقل کے سب سے بڑے حامی بن کر ابھرے۔ وہ امام رازی کے قریب ہیں اور بظاہر تعارض کی صورت میں عقل کی بنیاد پر وحی کی تاویل کے قائل ہیں۔

ج۔ علامہ اقبال اور سید مودودی (فلسفیانہ اور وجدانی توازن):

علامہ اقبال:

اقبال عقل کو "خضرِ راہ" (رہبر) تو مانتے ہیں لیکن منزل تک پہنچنے کے لیے وحی (وجدان) کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عقل مادی دنیا کا علم دیتی ہے، جبکہ وحی حقیقتِ مطلقہ سے جوڑتی ہے۔

سید مودودی :

ان کا نقطہ نظر عمرانی ہے؛ وہ عقل کو تکنیکی ترقی کے لیے کافی سمجھتے ہیں لیکن ایک صالح نظامِ زندگی (اخلاقیات) کے لیے وحی کو "بنیادی ڈھانچہ" قرار دیتے ہیں۔

د۔ ترکی اور مصری مفکرین (ہم آہنگی کا نیا اسلوب):

سعید نورسی اور فتح اللہ گولن :

ان ترک مفکرین نے سائنس اور قرآن کو ایک ہی حقیقت کے دو رخ قرار دیا۔ گولن کے نزدیک عقل سے آغاز کر کے وحی تک پہنچیں یا وحی سے آغاز کر کے عقل تک پہنچیں، اس سے نتیجے پر فرق نہیں پڑتا۔ انہوں نے حتیٰ کہ سائنس کو بھی "عبادت" کا درجہ دیا۔

طہ جابر علوانی :

انہوں نے "دو قرأتوں" کا نظریہ دے کر اس بحث کو سمیٹا کہ امت کا زوال تب ہوا جب ہم نے کتابِ وحی اور کتابِ کائنات (عقل/سائنس) کو الگ الگ کر دیا۔

اسلامی علمی تاریخ میں وحی اور عقل کا رشتہ محض ایک فلسفیانہ بحث نہیں بلکہ دین کی تفہیم اور نفاذ کی بنیاد ہے۔ اس مقالے کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ مختلف ادوار میں مفکرین کے اسلوب بدلے، مگر بنیادی مقصد وحی کی ابدیت اور عقل کی ضرورت کے درمیان توازن پیدا کرنا رہا۔

تجزیہ

اسلامی فکر میں عقل اور وحی کے تعلق پر ہمیشہ غور و بحث جاری رہی ہے۔ ابتدائی مسلم مفکرین کی بحث کا مرکز یہ تھا کہ اگر عقل اور نقل (وحی) میں بظاہر تعارض پیدا ہو جائے تو کس کو ترجیح دی جائے، جبکہ معاصر مفکرین نے اس مسئلے کو تصادم کے بجائے ''ہم آہنگی'' اور ''تکمیل'' کے زاویے سے دیکھا۔

ابتدائی مفکرین میں امام فخر الدین رازیؒ عقل کی تقدیم کے قائل نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک وحی کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے پہلے عقل کی ضرورت ہے، لہٰذا بظاہر تعارض کی صورت میں عقل کو مقدم مانا جائے گا۔ اس کے برعکس امام ابن تیمیہؒ نے اس نظریے کی سخت تردید کی اور واضح کیا کہ صحیح عقل اور صحیح نقل میں کبھی حقیقی تضاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر اختلاف محسوس ہو تو یا عقل ناقص ہے یا نقل کی فہم میں خرابی ہے۔ امام ابن قیمؒ اور امام شاطبیؒ نے بھی وحی کو اصل اور عقل کو تابع قرار دیا۔ ان کے نزدیک عقل کا کام وحی کی اتباع اور اس کے فہم میں مدد دینا ہے، نہ کہ اس پر حاکم بننا۔

امام غزالیؒ نے اس بحث میں ایک معتدل اور جامع موقف اختیار کیا۔ اگرچہ بعض لوگ انہیں عقل کی تقدیم کا قائل قرار دیتے ہیں، لیکن ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقل کو ''نورِ بصیرت'' سمجھتے ہیں جو انسان کو وحی کی حقیقت تک پہنچاتی ہے۔ ان کے نزدیک تعارض درحقیقت عقل اور وحی میں نہیں بلکہ انسانی فہم میں ہوتا ہے۔

متکلمین نے اس مسئلے کا ایک متوازن اصول بیان کیا کہ ترجیح عقل یا نقل کو نہیں بلکہ ''قطعیت'' کو حاصل ہو گی۔ یعنی جو دلیل قطعی ہو گی، اسی کو مقدم مانا جائے گا۔

معاصر مسلم مفکرین نے عقل اور وحی کے تعلق کو زیادہ تر تکمیلی انداز میں پیش کیا۔ امام احمد رضا خان بریلویؒ نے وحی کو قطعی اور حتمی ذریعۂ علم قرار دیتے ہوئے عقل کو اس کا خادم کہا۔ ان کے نزدیک انسانی عقل محدود ہے اور عشقِ رسول ﷺ واتباعِ شریعت ہی اصل کامیابی کا راستہ ہے۔ دوسری طرف امام محمد عبدہ نے عقل کو بہت زیادہ اہمیت دی اور بظاہر تعارض کی صورت میں وحی کی عقلی تاویل کے قائل ہوئے۔

علامہ محمد اقبالؒ نے عقل اور وحی کو ایک ہی حقیقت کے دو مختلف مظاہر قرار دیا۔ ان کے نزدیک عقل انسان کو مادی دنیا کی معرفت عطا کرتی ہے، جبکہ وحی اسے حقیقتِ مطلقہ سے جوڑتی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے عقل کو سائنسی و تکنیکی ترقی کے لیے ضروری قرار دیا لیکن اخلاقی اور اجتماعی نظامِ حیات کے لیے وحی کو ناگزیر بتایا۔ ترکی کے مفکرین بدیع الزمان سعید نورسیؒ اور فتح اللہ گولن نے قرآن اور سائنس کو ایک ہی حقیقت کے دو رخ قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ کائنات کا مطالعہ بھی دراصل وحی کی صداقت کا مشاہدہ ہے۔ ڈاکٹر طہ جابر علوانی نے ''دو قراءتوں'' یعنی کتابِ وحی اور کتابِ کائنات کے مشترکہ مطالعے کا نظریہ پیش کیا اور امت کے زوال کی ایک بڑی وجہ ان دونوں کے درمیان تعلق کے ٹوٹنے کو قرار دیا۔

ان تمام آراء کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی فکر میں عقل اور وحی کو ایک دوسرے کا مخالف نہیں بلکہ معاون اور مکمل مانا گیا ہے۔ عقل انسان کو غور و فکر، استدلال اور کائنات کی معرفت عطا کرتی ہے، جبکہ وحی اسے صحیح سمت، اخلاقی اصول اور حتمی ہدایت فراہم کرتی ہے۔ جب عقل وحی کی رہنمائی میں کام کرتی ہے تو انسان فلاح و کامیابی کی راہ پاتا ہے، اور جب عقل وحی سے بے نیاز ہو جاتی ہے تو گمراہی، مفاد پرستی اور فکری انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔

خلاصۂ کلام

انسان کی تخلیق محض کھیل تماشے یا بے مقصد زندگی گزارنے کے لیے نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک منظم اور بامقصد حیات عطا کی ہے۔ انسان اپنی ضروریاتِ زندگی جیسے خوراک، لباس، رہائش اور نکاح کو اگر محض خواہشات کے تحت پورا کرے تو وہ حیوانیت کے درجے تک گر جاتا ہے، جبکہ انہی ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق پورا کرنا عبادت بن جاتا ہے۔ یہی قوانین وحی کے ذریعے انسان تک پہنچائے گئے، کیونکہ انسانی عقل

اگرچہ اللہ کے وجود اور بعض بنیادی حقائق تک رسائی حاصل کر سکتی ہے، لیکن تفصیلی احکامِ شریعت، حلال و حرام، عبادات اور معاشرتی اصول صرف وحی ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔

عقل انسان کو دیگر مخلوقات پر فضیلت عطا کرتی ہے اور قرآنِ مجید نے بارہا انسان کو غور و فکر اور تدبر کی دعوت دی ہے۔ تاہم عقل محدود اور خطا کا شکار ہو سکتی ہے، اسی لیے اس کی رہنمائی کے لیے وحی ناگزیر ہے۔ اسلامی مفکرین نے عقل اور وحی کے تعلق کو مختلف انداز سے بیان کیا، مگر جمہور اہلِ علم کا موقف یہی ہے کہ صحیح عقل اور صحیح وحی میں کوئی حقیقی تعارض نہیں ہو سکتا۔ اگر بظاہر اختلاف نظر آئے تو یا عقل کی فہم ناقص ہوتی ہے یا نص کے معنی میں غلطی ہوتی ہے۔

ابتدائی مفکرین میں بعض نے عقل کو ترجیح دی، بعض نے وحی کو، جبکہ متکلمین نے قطعیت کو اصل معیار قرار دیا۔ معاصر مفکرین نے اس بحث کو ہم آہنگی کی صورت دی اور واضح کیا کہ عقل اور وحی ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ تکمیل ہیں۔ عقل انسان کو کائنات کے اسرار تک پہنچاتی ہے اور وحی اسے مقصدِ حیات اور اخلاقی رہنمائی عطا کرتی ہے۔ لہٰذا کامیاب انسانی زندگی اسی وقت ممکن ہے جب عقل وحی کی روشنی میں کام کرے اور انسان کتابِ الٰہی اور کائنات دونوں کا متوازن مطالعہ کرے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License